Research Journal
Tahqeeqat
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل تحقیقات

برِ عظیم میں اُردو ریڈیو کا تاریخی جائزہ

Urdu Radio in the Subcontinent: A Historical Analysis

Muhammad Asif Ghallu
M.Phil, Department of Iqbal Studies,
The Islamia Univerisity of Bahawalpur
Dr. Muhammad Asghar Sial
Assistant Professor, Department of Iqbal Studies,
The Islamia Univerisity of Bahawalpur
Rafia Malik
M.Phil Scholar
Department of Management Sciences
The Islamia University of Bahawalpur

محمد آصف گھلو
ایم۔فل شعبہ اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور
ڈاکٹر محمد اصغر سیال
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور
رافعہ ملک
ایم۔فل اسکالر، شعبہ مینجمنٹ سائنسز، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

Abstract

Communication has been a vital aspect of human history, with diverse forms of expression evolving over time. Radio, in particular, has played a pivotal role in shaping mass communication, governance, and cultural dissemination. This article explores the development of radio in the Indian subcontinent, highlighting its significance during the British Raj and post-partition era. The establishment of All India Radio and Radio Pakistan, facilitated by British entrepreneurs, enabled the broadcast of government news, propaganda, and cultural content in Urdu. Archival sound recordings from radio libraries offer valuable insights into historical research, revealing political and cultural nuances. This study examines the intersection of media, history, and culture, shedding light on the enduring impact of radio on South Asian civilization.

Keywords: *Mass Communication, Urdu Radio History, All India Radio, Radio Pakistan, Cultural Studies, South Asian History.*

کلیدی الفاظ: ذرائع ابلاغ، اُردو تاریخِ ریڈیو، آل انڈیا ریڈیو، ریڈیو پاکستان، تہذیب و ثقافت

رہن سہن، رسوم و رواج اور معاشرت و ثقافت کے پروان چڑھنے سے ابنِ آدم کو شناخت ملنا شروع ہوئی انفرادیت سے اجتماعیت اور قومیت کی طرف سفر شروع ہوا۔ اجتماعت اور قومیت کے اختلاط سے تہذیبوں نے جنم لیا اور ایسے تہذیبی اور علمی جذبوں نے اداروں کو جنم دیا۔ اس سے اکائیاں وجود میں آئیں اور ان اکائیوں نے مذہب اور قومیت کا روپ دھارا تو مملکت اور ریاست کے نظریے نے جنم لیا۔ کسی قوم کی تاریخ مرتب کرتے وقت اس کی تہذیبی اور ثقافتی اداروں کے کردار سے لاتعلق رہنا ناممکن ہے کیوں کہ ادارے ہی کسی قوم و تہذیب کی ثقافتی و معاشرتی تہذیب و تمدن کا علمی فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ اس ضمن میں تاریخ کو گواہ بنا کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ملک و ملت کی نادر ہستیوں کے پیچھے کوئی نہ کوئی ادارہ کھڑا نظر آتا ہے۔ ادارے تہذیب و تمدن کی علامت ہوتے ہیں اور تہذیب و تمدن کا انحصار ابلاغ و تبلیغ، علم و آگہی پر ہوتا ہے۔ عرفان و آگہی کے لیے علم کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے حصول علم و آگہی انسان کا بنیادی حق اور عمل ٹھہرا۔

> ترجمہ: "اور اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام اشیا کے نام سکھا دیئے پھر انھیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: مجھے ان کے نام بتادو اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو۔"(۱)

اس آیت مبارکہ کی رو سے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے ابلاغ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں کائنات میں اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں جس پر فرشتوں نے اعتراض کیا کہ اے اللہ ہم تیری فرمانبرادری اور تیرے حکم کے ملتمس ہیں۔ اے باری تعالیٰ تو ایسی مخلوق پیدا کرے گا جو زمین پر فتنہ فساد برپا کرے گی۔(۲)

قرآن مجید کی آیات نمبر ۳۱ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا: اور پھر اللہ تعالیٰ نے عالم برزخ میں روح آدم علیہ السلام کو علوم اور سب چیزوں کے نام سکھا دیے۔[۳]

ان علوم کے حصول کے لیے تمدنی و تہذیبی، ثقافتی اور معاشرتی اداروں کا وقت کی ضرورت کے تحت وجود عمل میں آیا۔ ریڈیو کا ادارہ بھی دنیا میں ابلاغ اور علم و آگہی کی ضرورت کے تحت قائم ہوا بعد ازاں بہت بڑا ثقافتی، تہذیبی، تمدنی، علمی اور تفریحی مرکز کا ادارہ بن گیا۔ عصر حاضر کی تمام تر ابلاغی ترقی چاہے وہ ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، موبائل فون اور اس سے جڑی دوسری ٹیلی کمیونیکیشن کی ایجادات ہو سب ریڈیائی برقی مقناطیسی لہروں کی مرہون منت ہیں۔ بات، جذبات، اشارات، پیغامات، تصورات، خیالات، اطلاعات، معلومات، عقائد اور علوم دوسروں تک پہنچانے اور ترویج و ترسیل کا عمل ابلاغ و تبلیغ کے زمرے میں آتا ہے۔ بحیثیت مسلمان اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور تخلیقِ کائنات پر ہمیں کامل یقین ہے۔ ابلاغ نے کائنات کو دوام بخشا اور اس کی حقیقت مسلمہ ہے۔ سب سے پہلا ابلاغ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کے درمیان تخلیقِ کائنات اور تخلیقِ آدم علیہ السلام پر ہوا جس کی شہادت قرآن مجید کی آیت نمبر ۳۰ سورہ بقرہ سے ملتی ہے :

> تخلیقِ کائنات سے قبل عالمِ برزخ سے ابلاغ کا سلسلہ شروع ہوا اور انسان کے اس کائنات کے رہنے تک علم و آگہی کا سلسلہ جاری ہے اور رہے گا۔ دورِ قدیم کا انسان وحشت پسند تھا۔ انسان اور حیوان میں کوئی خاص فرق نہ تھا لیکن تہذیب و تمدن اور ثقافت پنپنا شروع ہوئی۔ تہذیب اور وحشت میں جو حد فاصل تھی وہ کم ہونا شروع ہوئی۔ علم و آگہی کی مرہون منت تہذیبوں کے آپس میں میل جول سے انسان نے مظاہرِ قدرت، اللہ تعالیٰ کی ذات اور اپنے آپ کی پہچان کے مقصد کو جانا پہچانا جس سے نئے باب کھلنے لگے۔ کائنات کیا ہے؟ کس کی تخلیق ہے؟ کس لیے بنائی گئی؟ جب انسان نے خود سے سوالات کیے تو ان سوالات کے جوابات حاصل کرنے کے لیے مظاہر قدرت پر غور کرنے کے ساتھ ساتھ دوسرے انسانوں سے تبادلہ خیال کیا۔ عملِ ابلاغ نے پوری کائنات کو انسان کے سامنے کھلی کتاب کی صورت میں رکھ دیا۔ ابلاغ کی ابتدا زبان، اشارات، علامات، چہرے کے تاثرات اور چیزوں کے نقش و نگار سے ہوئی۔[4]

تخلیقِ آدم کے ساتھ ہی ایک مخصوص زبان کا وجود عمل میں آیا اور ترقی کرتے کرتے مختلف زبانوں کو جنم دیا۔ ابتدا میں لفظ تھا اور لفظ ہی خدا کا ظہور اور پہچان بنی۔ ظہورِ کائنات سے جمادات، حیوانات اور نباتات سے انسان کا جنم ہوا اور زبان اظہار کا ذریعہ بنی۔ پہلے جمادات تھے ان میں نمو پیدا ہوا تو نباتات آئے۔ نباتات میں جبلت ہوئی تو حیوانات کا جنم ہوا اور حیوانات میں شعور و آگہی پیدا ہوئی تو انسان کا وجود ہوا۔ اس لیے فرمایا گیا کہ کائنات کی جو شئے سب سے اچھی ہے اس سے انسان کی تخلیق ہوئی۔[۵]

انسان کا ابتدائی ابلاغ زبان سے مختلف آوازیں نکال کر پیغام دوسروں تک پہنچانا تھا۔ آواز کے ساتھ اشاروں کا استعمال بھی شروع کر دیا۔ اس طرح مختلف جگہوں، مثلاً پہاڑوں کی چٹانوں درختوں کے تنوں اور اسی طرح کی دوسری پختہ چیزوں پر علامتی طور پر اشیاء اور چیزوں کے نقش و نگار بنانا شروع کر دیئے۔ مختلف قدیم تہذیبوں کے آثار پر نظر دوڑائیں تو ہمیں بخوبی ان تہذیبوں کے آثار میں جانوروں کی تصاویر ان کے آلات روز مرہ کی استعمال کی اشیاء کے نقش و نگار سے اندازہ ہوتا ہے کہ قدیمی انسان ابلاغ و تبلیغ کو ایک دوسرے کے ساتھ بانٹنا اور ان کی ترویج و ترسیل میں ان عوامل سے کردار ادا کرتا۔ ان ذرائع ابلاغ کا شمار فنونِ لطیفہ میں ہوتا ہے۔ فنونِ لطیفہ کا آغاز اس وقت ہوا جب انسان غاروں میں رہتا تھا اس وقت لوگ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے لوگ اپنے احساسات خیالات اور تصورات دوسروں تک پہنچانے کے لیے تصویری خاکوں کا استعمال کرتے تھے۔[۶] بولے ہوئے الفاظ بھی علامتیں ہوتے ہیں مگر ان علامتوں میں الفاظ کے حقیقی معنی کی بجائے مجازی معنی مد نظر رکھے جاتے ہیں۔ جبکہ

تحریر میں عام طور پر حقیقی معانی لیے جاتے ہیں اور تحریر کے ذریعے بات لکھ کر دوسروں تک پہنچائی جاتی ہے۔ شعور ایک جگہ پر ٹھہر نہیں سکتا۔ اگر ٹھہر جائے تو ذہنی، روحانی اور انسانی ترقی رک جائے۔ تحریر کی ایجاد سے پہلے ہر بات انسان کو یاد رکھنا پڑتی تھی۔ علم سینہ بہ سینہ اگلی نسلوں کو پہنچتا تھا اور بہت سا حصہ ضائع ہو جاتا تھا۔ تحریر سے لفظ اور علم کی عمر میں اضافہ ہوا۔ زیادہ لوگ شریک ہوئے نہ صرف انہوں نے علم حاصل کیا بلکہ اس کے ذخیرے میں اضافہ کیا لفظ حقیقت اور صداقت کے اظہار کے لیے تھا اس لیے مقدس تھا۔ لکھے ہوئے لفظ کی اور اس کی وجہ سے قلم اور کاغذ کی تقدیس ہوئی بولا ہوا لفظ آئندہ نسلوں کے لیے محفوظ ہوا تو علم و دانش کے خزانے محفوظ ہو گئے جو کچھ نہ لکھا جا سکا بالا آخر ضائع ہو گیا۔[7]

مختلف ادوار کے ذرائع ابلاغ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہے۔ انسان کو عجلت اور بغیر رکاوٹ کے پیغام دوسروں تک پہنچانے کی ضرورت رہی۔ قدیمی آبادیاں اور معاشرے رات کے وقت آگ اور دن کو دھواں پیغام رسانی کے لیے استعمال کرتے تھے۔ فوری ابلاغ کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں اور چٹانوں پر آگ اور شعلہ روشن کر کے علامتی طور پر پیغام رسانی کی جاتی تھی۔[8] جانوروں کو سدھار کر بھی ابلاغ کے لیے کام لیا جاتا رہا اس میں سب سے زیادہ ابلاغ کے لیے استعمال ہونے والا جانور گھوڑا ہے۔ دورِ قدیم و جدید میں بھی گھوڑے کو پیغام رسانی کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ مغل بادشاہ اطلاعات کی وصولی اور پیغام رسانی کے لیے تازہ دم گھوڑے استعمال کرتے تھے۔[9] مخصوص آوازوں سے بھی ابلاغ کا عمل زمانہ قدیم سے دورِ جدید تک علامتی طور پر ہوتا رہا ہے یہ آواز کا علامتی ذریعہ مخصوص واقعات کے لیے مخصوص اوقات میں استعمال ہو رہا ہے۔ موجودہ دور میں خوشی، غمی شادی بیاہ سحری کے لیے بعض مقامات پر ڈھول کی آواز کا استعمال کیا جاتا ہے۔[10] دورِ قدیم اور جدید میں پرندوں کو ابلاغ کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے اور موجودہ دور میں بھی کبوتر کے ذریعے پیغام رسانی کی جاتی رہی ہے۔ اس کے علاوہ طوطے کو بھی سدھار کر ابلاغ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مختلف ادوار میں پیغام رسانی کے لیے سدھارے ہوئے کبوتروں اور طوطوں کا استعمال کیا جاتا تھا تا کہ بروقت تیز رفتاری سے پیغام رسانی ہو سکے۔[11]

مغربی نشاۃ ثانیہ کی تحریکوں کے آثار یورپ میں چودھویں صدی سے رونما ہونے شروع ہوئے۔ یہ وہ دور تھا جب قرونِ وسطٰی دور کا اختتام ہو رہا تھا جس میں تہذیبِ مغرب جہالت، لا قانونیت اور وحشت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ چودھویں صدی کے وسط میں اٹلی کی شہری ریاستوں میں ایک ثقافتی تحریک کا آغاز ہوا جو پندرہویں اور سولہویں صدی کے دوران میں شمالی یورپ میں پھیل گئی اور اس کے تحت مغربی تہذیب بتدریج پرانی روایات اور طرزِ فکر ترک کر کے نئے رجحانات اپنانے لگی یورپی اور مغربی تاریخ میں اس تحریک اور اس دور کو نشاۃ ثانیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔[12] نشاۃ ثانیہ کے افکار و تصورات شمالی سے مغربی یورپ میں پھیلتے گئے اور یورپ کا فنکار طبقہ اپنے اپنے ملکی حالات کے پیشِ نظر معروضی حالات کو اختیار کرتا گیا۔ پندرہویں صدی کے نصف کو چھاپے خانے کی ایجاد سے نشاۃ ثانیہ کے افکار و تصورات اٹلی سے شمالی و مغربی یورپ جرمنی، فرانس، انگلینڈ اور سپین کی طرف پھیلنے لگے جہاں یورپ کے آرٹسٹوں، مفکرین اور ادیب اپنے اپنے انداز میں اپناتے گئے جو یورپ میں کئی علمی و فکری تحریکوں اور مختلف شعبوں فنونِ لطیفہ، ادب، طرزِ تعمیر، سیاست، مذہب، تعلیم، تجارت، سائنس اور ٹیکنالوجی میں بڑی اہم تبدیلیاں لانے کا باعث بنا۔[13]

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں جب نشاۃ ثانیہ کے خدوخال واضح ہو چکے تھے اور سائنس و ٹیکنالوجی زندگی کے تمام شعبوں میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں تو اس وقت دنیا کو ایسے ابلاغی ذرائع کی ضرورت تھی جس سے بڑے پیمانے پر اطلاعات اور پیغام رسانی کی جا سکے۔ لوگوں کی محدود تعداد ہو تو بغیر کسی واسطے اور ذریعے کے ابلاغ ممکن ہے مگر جب بہت بڑی تعداد میں عوام الناس اور دور دراز تک اطلاعات پہنچانی ہو تو اس

کے لیے وسیلہ استعمال ہوتا ہے اس کو انگریزی میں میڈیم کہتے ہیں اس مقصد کے لیے مختلف ممالک میں تجربات ہو رہے تھے۔ آخر کار سائنسی ایجادات نے جنم لیا اور ان ایجادات نے انسانی زندگی کو بہت حد تک بدل دیا۔ برقی ٹیلی گراف ۱۸۴۴ء ٹیلی فون ۱۸۷۶ء اور وائر لیس ۱۸۹۶ء ان ایجادات کے سلسلے کی اگلی کڑی کے طور پر ریڈیو کی ایجاد تھی۔ ریڈیو نے ہمارے ترسیلی نظام میں انقلاب برپا کر دیا۔[۱۴]

سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں اٹھارویں صدی کے آخر میں تجربات ہو رہے تھے معلومات پیغامات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے لیے سائنسدان اپنے اپنے طور پر تجربات اور مشاہدات کر رہے تھے۔ تار کے بغیر معلومات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کا تصور سب سے پہلے ۱۷۸۴ء میں جارج ایڈمز نے پیش کیا جب کہ اس نظریے پر اپنے اپنے طور پر کام کرنے والوں میں لوئی گلوانی ۱۷۹۱ء پیٹر سیمیول منک ۱۸۳۵ء ، جوزف ہنری ۱۸۴۲ء ، سمیول ایلفرڈ ویلری ۱۸۵۲ء ، ایڈون ہوسٹن، ایلہو تھومسن، تھامس ایڈیسن ۱۸۷۵ء اور ڈیوڈ ایڈورڈ ہگیز ۱۸۷۸ء شامل تھے۔ جب کہ اس میں بڑی کامیابی جمیز میکسویل کے اس فارمولے ۱۸۶۴ء کو تسلیم کیا جاتا ہے جب انہوں نے واضح کیا تھا کہ کس طرح برقی مقناطیسی لہروں کو آزاد فضا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا جا سکتا ہے۔[۱۵] جمیز میکسویل ۱۸۶۴ء کی دریافت انتہائی اہم تھی جس میں برقی مقناطیسی لہروں کا پتہ دیا کہ برقی مقناطیسی لہریں روشنی کی رفتار ۱۸۶۰۰۰ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکینڈ کی رفتار سے فضا میں سفر کرتی ہیں جو آج جدید انفارمیشن ٹیکنالوجی کی بنیاد ہیں۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ اور موبائل فون اسی کی مرہونِ منت ہیں۔[۱۶] برقی مقناطیسی لہروں کو بعد میں آنے والے سائنسدانوں نے ثابت کیا کہ برقی مقناطیسی لہریں فضا میں فی سکینڈ کی رفتار سے سفر کر سکتی ہیں ان میں پیش پیش ۱۸۸۰ء میں "ہیز چ ہرٹیز" نے میکسویل کے نظریے کو ثابت کیا اور اسی سائنسدان "ہیزچ ہرٹیز" کے نام کی مناسبت سے ریڈیو کی فریکوئنسی میگا "ہرٹیز" اور کلو "ہرٹیز" نام دیا جاتا ہے۔[۱۷]

برقی مقناطیسی لہریں کسی وسیلے کے بغیر فضا میں سفر کرتی ہیں اور اسی صوت، صدا اور اتار چڑھاؤ میں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ ہیگز نے برقی مقناطیسی لہروں کی پانچ سو قدم پر سنائی دے سکنے کی خوشخبری سنائی تو اس وقت اخبارات نے پہلے صفحہ پر بڑی بڑی سرخیوں میں اس کام کو سراہا تھا۔[۱۸] مختلف ممالک میں یہ سفر جاری رہا اور مختلف تجربات اس تناظر میں ہوتے رہے آخر کار ۱۸۹۴ء وہ سال تھا جس میں در حقیقت وائرلیس ایجاد ہو گئی۔ گو کہ اولیور راج، جگدیش چندر ابوس، اسٹیف نووچ پوپو نے امتیازی کام کیے لیکن "گلیلمو مارکونی" بغیر تار کے ریڈیائی لہروں پر مخصر ٹیلی گراف سسٹم کو متعارف کرانے میں کامیاب ہو گئے۔[۱۹]

"ریڈیو" انیسویں صدی کی آخری دہائی میں ایجاد ہوا۔ اس ایجاد سے رسل اور رسائل کی دنیا میں انقلاب آ گیا۔ مارکونی اٹالین سائنسدان نے وائر لیس لاسلکی نظام کو لندن میں ۱۸۹۶ء کو متعارف کروایا۔ شروع شروع میں اس ایجاد کو رسل و رسائل اور پیغام رسانی کے لیے استعمال کیا گیا اور اس کا سب سے پہلا استعمال بحری جہازوں میں پیغام رسانی کے لیے تھا ابتدائی طور پر یہ کام صرف ٹیلی گراف بھیجنے تک محدود رہا۔ دو مارچ ۱۸۹۷ء کو مارکونی نے پیٹنٹ نمبر ۱۲۰۳۹ کو اپنے نام پر پیٹنٹ کرایا یہ کمپنی بعد ازاں وائرلیس ٹیلی گراف ٹریڈنگ سگنل کمپنی کے نام سے مشہور ہوئی۔[۲۰] مارکونی کی اس کمپنی نے بحری جہازوں کے لیے پیغام رسانی کا کام کیا اور سب سے پہلا تجارتی پیغام Lleoyd's of London "لائیڈز آف لندن" ایک جہاز ران بیمہ کمپنی کی درخواست پر بین الاقوامی مورس کوڈ کے ذریعے ۱۲ کلو میٹر دور تک بھیجا گیا۔ سمندر میں دھند اور چھوٹی بڑی چٹانوں سے ہوتا ہوا یہ پیغام دوسری طرف صاف واضح سنائی دیا۔[۲۱] یہ پیغام جہاز کی آمد کے بارے میں تھا۔ یہ آغاز تھا ٹیلی کمیونیکیشن نظام کا جس کی بدولت زمین اور فضا کی ہر چیز پر محیط برقی میدان Electro Field الیکٹرو فیلڈ کو استعمال کیا جاتا ہے اس کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں کوئی تار استعمال نہیں کی جاتی۔[۲۲] ریڈیو کے استعمال، بناوٹ، خدوخال اور پیغام کی ترسیل میں دو قسم کے برقی آلات استعمال کیے جاتے ہیں جسے ریڈیو

سیٹ کہا جاتا ہے۔ بات، پیغام، گانے اور تقریریں نشر کرنے کے لیے لاسلکی یا وائر لیس سسٹم کام کرتا ہے جبکہ دوسری مشین ٹرانسسٹر جس کا کام بات، پیغام، گانے اور تقریریں وصول کرنا ہوتا ہے۔ وائر لیس امواج پیدا کرتا ہے اور آواز کی لہروں کو اسی اتار چڑھاؤ، زیر و بم کی لہروں میں تبدیل کر کے نشر کرتا ہے۔ کیونکہ برقی لہریں ایک لاکھ چھیاسی ہزار ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ کی برق رفتاری سے حرکت کرتی ہیں لہٰذا برقی لہروں کو دور دراز ٹرانسسٹر وصول کرتا ہے اور اصل آواز میں تبدیل کر کے سناتا ہے۔[۲۳]

ریڈیو نشریات کا پہلا مرحلہ ۱۸۹۴ء،۱۸۹۵ء سے شروع ہوا جب مارکونی نے پیغام رسانی میں کامیابی حاصل کی۔ ۱۸۹۸ء میں تار کے ذریعے ٹیلی فون کا استعمال عام ہو چکا تھا اور وائر لیس کے ذریعے تجارتی طور پر پیغام رسانی کا آغاز بحری جہازوں اور کشتیوں پر مارکونی کی کمپنی وائر لیس ٹیلی گراف ٹریڈنگ سنگل نے شروع کر دیا تھا۔ کنگ "ایڈورڈ" ہشتم جو برٹش آف ویلز تھے شاہی کشتی پر ایک سفر کے دوران زخمی ہو گئے اس کے بعد ان کی درخواست پر مارکونی نے شاہی کشتی پر اپنا ریڈیو نظام نسب کیا ۱۹۱۲ء کو ٹائی ٹانک کے حادثے کے بعد ریڈیو کا استعمال ہر قسم کی جہاز رانی میں لازمی قرار دیا گیا۔[۲۴] ریڈیائی لہروں کی بدولت ہی پیغام رسانی میں حائل رکاوٹیں دور ہوتی چلی گئیں بنی نوع انسان نے تسخیر فطرت کے راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے گہرائیوں سے بلندیوں کا سفر طے کیا۔ ریڈیائی لہروں کی بدولت دور دراز تک پیغام رسانی اب کوئی معنی نہیں رکھتی چاہے وہ زمین کے استوائی اور قطبی لمبائیاں ہوں یا سمندروں کی گہرائیاں یا کائنات میں بلندیوں پر نظام شمسی کے دیگر سیارے اور کہکشائیں۔ ریڈیائی نظام کی بدولت فاصلے سمٹ کر قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں اور پس پردہ رازوں سے پردہ اٹھتا جا رہا ہے۔ "زمین کی طنابیں کھینچ لی گئیں اور فاصلے سمٹ کر محدود رہ گئے ہیں۔ زمین جس کا استوائی محیط ۲۴۸۹۴ میل اور قطبی محیط تقریباً ۲۴۸۱۱ میل ہے۔ کسی بھی مقام پر نہ صرف آواز بلکہ واضح تصویر بھی پلک جھپکنے میں بھیجی جا سکتی ہے۔ فضا کی بے کراں وسعتوں پر بھی اس نظام کی بدولت بالادستی قائم ہو رہی ہے اور کائنات میں واقع ہمارے نظام شمسی کے دیگر سیارے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔"[۲۵] ٹیلی کمیونیکیشن جدید دور میں بہت بڑا سائنسی اضافہ تھا اس ضمن میں ریڈیو دور بین کا تذکرہ بھی بے محل نہ ہو گا جس کی مدد سے ہماری اپنی کہکشاؤں کے علاوہ خلاء کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی ہیں دیگر کہکشاؤں کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔ ہماری کرۂ ارض کے تقریباً اکہتر (۷۱) فی صد حصے کو سمندروں نے گھیرا ہوا ہے جس کی اوسط گہرائی ۱۲۵۰۰ فٹ ہے۔ حضرت انسان ان سمندروں کی گہرائیوں کے مشاہدے سے بھی ابتدائے آفرینش کے سربستہ رازوں کو جاننے میں مصروفِ عمل ہے۔[۲۶]

تاریخ میں جھانک کر دیکھا جائے تو ریڈیو کی ایجاد کسی ایک موجد کے مرہونِ منت نہیں اور ریڈیو کی ترسیل و نشریات کی ابتدا کے بارے میں تضادات ہیں لیکن ترقی یافتہ ممالک سب سے پہلے اس ایجاد سے مستفید ہوئے اور اس میں امریکہ کا شمار اولین ممالک میں ہوتا ہے جہاں پر نشریات کا آغاز ۱۹۰۶ء میں ہوا۔ رینالڈ اے فیسنڈن نے برنٹ واک ماس کے اپنے نجی تجرباتی اسٹیشن سے کرسمس کی شام کو ایک پروگرام نشر کیا جسے اولین ریڈیو پروگرامز کی حیثیت حاصل ہے۔[۲۷] وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ریڈیو سسٹم کی ترقی میں اہم پیش رفت ہو رہی تھی۔ ریڈیو ابتدائی تجرباتی دور سے گزر رہا تھا اور آواز کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچانے کا بڑا وسیلہ بنا۔ ریڈیو کی جسامت میں بتدریج کمی آتی گئی۔ دیگر ترقی یافتہ ممالک سے بھی ریڈیو نشریات شروع ہوئیں۔ "ایل ڈی فارسٹ" نے ۱۹۰۸ء کو پیرس کے ایفل ٹاور اور ۱۹۱۰ء کو نیویارک کے اوپیرا ہاؤس سے پانچ سو واٹ کا ٹرانس میٹر لگا کر ریڈیو نشریات کا آغاز کیا تھا۔[۲۸] ۱۹۰۹ء میں ریڈیو کے ذریعے پہلی بار بحری جہاز ایس ایس ری پبلک پر سوار لوگوں کی جانیں بچائی گئیں۔ ۱۹۱۸ء میں ریڈون اے آرم اسٹرنگ نے سپر ہیٹوڈائن سرکٹ بنایا ۱۹۱۹ء میں وڈولسن پہلے امریکی صدر جنھوں نے ریڈیو کے ذریعے تقریر کی۔ یہ خطاب پہلی جنگِ عظیم کے دوران ایک بحری جہاز سے کیا گیا تھا، مخاطب امریکی فوجی تھے۔ جو دور دراز امریکی بحری جہازوں پر تعینات تھے۔ پوری دنیا میں ہمہ قسمی پیغامات کو بھیجنے پر کام ہو رہا تھا اور مختلف تجربات کیے جا رہے تھے اسی اثنا میں پہلی بار ۱۹۱۹ء کو

انسانی آواز کو صوتی لہروں کے ذریعے بڑے پیمانے پر امریکی شہر میڈیسن میں واقع یونیورسٹی آف سکنسن نے نشر کیا۔ امریکہ میں ۱۹۲۰ء کو باقاعدہ نشریات کا آغاز kdka ریڈیو اسٹیشن سے ہوا۔[۲۹] ریڈیو کے ابتدائی طور پر تجارتی مقاصد کے بعد جس میں بحری جہازوں پر پیغام رسانی کی جاتی تیسرا اہم تجارتی پیغام رسانی کا مرحلہ جس کا آغاز انیسویں صدی کی تیسری دہائی سے ہوا۔ امریکہ کے شعبہ کامرس کے اعداد و شمار کے مطابق ریڈیو کا پہلا تجارتی لائسنس ۱۵ ستمبر ۱۹۲۱ء کو اسپرنگ فیلڈ مساچوسٹس کے ڈبلیو بی زیڈ اسٹیشن کو دیا گیا اس کی ایجاد کے لگ بھگ ۲۰ سال بعد، گویا ۱۵ ستمبر ۱۹۲۱ء کو ریڈیو کے بطور تجارتی مقاصد کے استعمال کا پہلا دن تھا۔[۳۰]

برصغیر میں مغل سلطنت کی بنیاد ظہرالدین بابر نے ۱۵۲۴ء کو رکھی؛ مغلیہ عہد میں خوشحالی عام تھی۔ مغل فرماں روا فنِ تعمیرات اور فنونِ لطیفہ میں اتنے محو رہے کہ انھیں مستقبل کی طرف سوچنے کا وقت نہ ملا۔ مغل دور جاگیرداری اور منصب داری پر مبنی نظام تھا۔ یہ نظام اپنی افادیت پہلے ہی کھو چکا تھا۔ مغل دور، جدید نظامِ سلطنت سے ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے زوال کے اثرات اورنگ زیب عالم گیر کے انتقال کے بعد نمایاں ہونا شروع ہو گئے تھے۔ بالآخر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد انگریزوں نے پورے ہندوستان پر قبضہ کر لیا اور اس خطے برصغیر پاک و ہند پر سیاہ و سفید کے مالک بن گئے۔ مغل حکمران ۳۳۳ سال تک برصغیر پر حکمران رہے۔ ان میں دور اندیشی کی کمی تھی جس کا نتیجہ ان کی بربادی کی صورت میں نکلا۔ انگریز "ایسٹ انڈیا" کمپنی بنا کر تاجروں کے روپ میں برصغیر میں داخل ہوئے اور جدید عسکری طاقت کی بنیاد پر اپنے اثر و رسوخ میں اضافہ کرتے گئے۔ مغلوں کا عسکری نظام فرسودہ تھا اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب مغل اور انگریز آمنے سامنے ہوئے۔ انگریز جدید عسکری نظام اور تربیت کے حامل تھے مسلم حکمرانوں میں جدید فوجی تربیت ہی نہ تھی بلکہ مسلمانوں کی آپس کی ریشہ دوانیاں اور ہندوؤں کی عیارانہ ذہنیت بھی آڑے آئی۔ آخر کار تینوں ہتھیار استعمال کرتے ہوئے انگریز یورپ سے بڑے ملک ہندوستان پر قابض ہو گئے۔[۳۱]

برصغیر پر انگریزوں کے قابض ہونے کے بعد انیسویں صدی کو سائنس و ٹیکنالوجی کی صدی کہا جا سکتا ہے اطلاعات و نشریات کا ذریعہ ترقی یافتہ ممالک میں سامنے آ چکا تھا۔ دنیا میں ریڈیو تجرباتی اور ابتدائی مراحل سے گزر رہا تھا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد مغربی ممالک کی طرح برطانیہ میں بھی نشریات کے تجارتی امکانات پیدا ہونے شروع ہوئے۔ مارکونی کی کمپنی نے ۱۹۱۹ء میں "ائرلینڈ" اور "چمسفورڈ" میں تجارتی ریڈیو اسٹیشن قائم کیے تھے۔ برطانیہ نے ۱۹۲۲ء میں باقاعدہ ریڈیو پروگرام نشر کیا اور اسی سال "برٹش براڈکاسٹنگ کمپنی" قائم ہوئی۔ یکم جنوری ۱۹۲۷ء میں یہ کمپنی کارپوریشن میں تبدیل ہو گئی جس کے بعد برطانیہ میں عوامی نشریات کا آغاز ہوا۔[۳۲] برٹش براڈکاسٹنگ کمپنی ۱۹۲۲ء کے قیام کے ساتھ برطانیہ باقاعدہ نشریاتی دور میں داخل ہو گیا۔ برٹش براڈکاسنگ کمپنی کو سرکاری تحویل میں لے کر کارپوریشن کا درجہ دے دیا گیا۔ برٹش براڈکاسٹنگ کارپوریشن کا باقاعدہ قیام ۱۹۲۷ء میں عمل میں آیا اس کے پہلے ڈائریکٹر جنرل "سر جان راتھ" تھے۔ جنھوں نے بی بی سی کی ایسی بنیاد ڈالی کہ آج تک کوئی اس کی بنیاد ہلا نہ سکا۔[۳۳] برطانیہ میں جیسے ہی باقاعدہ نشریات کا آغاز ہوا تو اس کے اثرات برطانوی نو آبادیاتی ہندوستان میں بھی سامنے آئے۔ ان جدید ایجادات کے پھیلاؤ میں چاہے وہ تار، ریل، ٹیلی فون اور ریڈیو کیوں نہ ہو کسی بخل سے کام نہ لیا گیا۔ سلطنت ہند کی اہمیت تاج برطانیہ میں جڑے ہوئے کوہ نور سے بھی زیادہ تھی کیوں کہ اس نو آبادی کی وجہ سے ملکہ وکٹوریہ نے "قیصر ہند" کا لقب اختیار کیا اور اسی وجہ سے شاہ برطانیہ "شہنشاہ" کہلاتا تھا۔ برطانیہ کی خوشحالی کا دارومدار ہندوستان سے تھا۔[۳۴]

ہندوستان میں ریڈیو نشریات کے ابتدائی دور کی تفصیلات مبہم طور پر بکھری ہوئی، منظر دھندلا اور ڈور الجھی ہوئی ہے ہندوستان میں ریڈیو نشریات کی ابتدا بمبئی کے گورنر "سر جارج لائڈ" کی فرمائش پر ہوئی۔ اس کو ہندوستانی نشریات میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ "ٹائمس آف انڈیا" ۲۰ اگست ۱۹۲۱ء کو اپنے پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف آفس بمبئی سے موسیقی کا ایک پروگرام نشر کیا جس کو بمبئی سے تقریباً دو سو کلو میٹر دور "سر جارج

لائڈ" نے بذات خود سنا تھا۔ یہ برصغیر میں پہلا نشریاتی تجربہ تھا جس کے بعد یہاں پر ریڈیو نشریات کا سلسلہ قائم ہوا۔[۳۵] ہندوستان میں بھی دیگر ممالک کی طرح ریڈیو نشریات کا آغاز شوقیہ ریڈیو کلبوں سے ہوا اور باقاعدہ نشریات کا آغاز ہونے کے بعد بھی ان کی نشریاتی سرگرمیاں جاری رہیں یہ ریڈیو کلب اپنا خرچ ممبروں کے چندے سے ادا کرتے تھے۔ نومبر ۱۹۲۳ء میں انڈین "سٹیٹ اینڈ ایسٹرن ایجنسی" کے مینجنگ ڈائریکٹر "ایف ای روشر" نے ریڈیو کلب آف بنگال کے تعاون سے اپنی نشریات کا آغاز کیا۔ ۱۹۲۲ء میں ایف ای روشر مینجنگ ڈائریکٹر آف انڈین سٹیٹ ایسٹرن ایجنسی لمیٹڈ نے گورنمنٹ ہندوستان کو ایک نشریاتی ادارہ قائم کرنے کی درخواست دی۔ اس درخواست پر فیصلہ کرنے کے لیے دہلی میں ایک کانفرنس ہوئی اور کچھ مہینوں بعد انھیں اس کی اجازت مل گئی لہٰذا انھوں نے ریڈیو کلب آف بنگال کے ساتھ مل کر کلکتہ میں ایک نشریاتی اسٹیشن قائم کیا جس کا پہلا پروگرام نومبر ۱۹۲۳ء کو نشر ہوا[۳۶] بمبئی ریڈیو کلب کا ادارہ ۱۹۲۴ء میں بمبئی ریڈیو کلب کے نام سے میں شروع ہوا۔ اسی طرح پریزیڈنسی مدراس میں بھی ریڈیو کلب کی بنیاد رکھی گئی جو ۱۲ مئی ۱۹۲۴ء کو قائم ہوا اور نشریات ۳۱ جولائی ۱۹۲۴ء کو شروع کی گئیں۔ مالی پریشانیوں کے سبب اس ریڈیو کلب کو اکتوبر ۱۹۲۷ء کو بند کر دیا گیا اور دیگر ریڈیو کلبوں کا انجام بھی اسی طرح کا ہوا۔[۳۷]

ریڈیو کلب ذاتی خرچ پر چلائے جاتے تھے اور ریاست کا مالی طور پر ان ریڈیو کلبوں سے کوئی واسطہ نہیں تھا اس لیے ابتدائی طور پر بنائے گئے ریڈیو کلب مالی بحران کا شکار ہو گئے ہندوستان کی انگریز سرکار نے ۱۹۲۶ء میں ایڈین براڈکاسٹنگ کمپنی کے قیام کے لیے لائیسنس جاری کیا اور اس کمپنی کو برٹش براڈکاسٹنگ کی طرز پر قائم کر کے اس کے تحت ریڈیو اسٹیشن قائم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔ چنانچہ مارچ ۱۹۲۶ء میں انڈین براڈکاسٹنگ کمپنی نجی سطح پر قائم ہوئی۔[۳۸] ۱۹۲۷ء میں انڈین براڈکاسٹنگ کمپنی کا قیام عمل میں آنے کے بعد کمپنی کا چیئر مین "سر ابراہیم رحمت اللہ" کو بنایا گیا۔ کمپنی کے زیر نگرانی دو ریڈیو اسٹیشن بمبئی اور کلکتہ میں بنائے گئے۔ ۲۳ جولائی ۱۹۲۷ء کو وائسرائے لارڈ ارون نے بمبئی ریڈیو اسٹیشن کا افتتاح کیا۔ ایک ماہ بعد ۲۶ اگست کو کلکتہ ریڈیو اسٹیشن کا افتتاح بنگال کے سر سٹینلے جیک سن Sir StenleyJakson کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ یہ کمپنی مالی بحران کا شکار ہو کر تین سال کی مدت مکمل کیے بغیر بند ہو گئی۔[۳۹] لاہور میں بھی "ینگ مین کرسچن ایسوسی ایشن" کے تحت پرائیوٹ ریڈیو کلب کے قیام کی اجازت ۱۹۲۸ء کو دی گئی۔ ینگ مین کرسچن ایسوسی ایشن ریڈیو کلب کے تحت چھوٹا ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا۔ YMCA یکم ستمبر ۱۹۳۷ء تک یہ اسٹیشن چلاتی رہی۔[۴۰] انڈین براڈکاسٹنگ کمپنی کو پوری کوشش کی گئی کہ چلایا جائے لیکن مالی پریشانیوں اور انتظامی طور پر تقسیم حالات کی وجہ سے اس میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ۱۹۲۷ء میں ایرک ڈانستان برصغیر میں انڈین براڈکاسٹنگ کا چارج لینے آیا۔ اس نے حتی الامکان کوشش کی کہ نشریات کو پروان چڑھایا جائے لیکن وہ مایوس و ناکام ہو کر واپس برطانیہ چلا گیا۔[۴۱] انڈین براڈکاسٹنگ کو حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا اور بمبئی ریڈیو اسٹیشن کا چارج پوسٹ ماسٹر جنرل بمبئی اور کلکتہ ریڈیو اسٹیشن کا چارج پوسٹ ماسٹر جنرل بنگال کے سپرد کر دیا گیا۔[۴۲] حکومت کو زبردست مالی مشکلات کے سبب "انڈین براڈکاسٹنگ کمپنی" کو ۱۹۳۰ء میں بند کرنا پڑا۔ عملے کی تنخواہیں، فنکاروں کو ادائیگی، انجینئرنگ کارکنان کی تنخواہیں اور تکنیکی سامان کی فراہمی میں کثیر اخراجات کے باعث ریڈیو کو چلانا مشکل ہو گیا تھا۔ ان مشکلات کے باعث ۱۹۳۰ء میں انڈین براڈکاسٹنگ کمپنی کو رضاکارانہ طور پر ختم کر دیا گیا۔[۴۳]

عوامی دباؤ اور احتجاج کے باعث ریڈیو نشریات کو دوبارہ شروع کرنا پڑا۔ انڈین براڈکاسٹنگ کمپنی کی بندش کے دو سال بعد ۱۹۳۲ء کو نشریات دوبارہ شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا حکومت نے مئی ۱۹۳۲ء میں "انڈین سٹیٹ براڈکاسٹنگ سروس"ISBS قائم کی جس کا مقصد ریاست کے طول و عرض میں براڈکاسٹنگ کے نظام کو وسعت دینا تھا۔ کیوں کہ ہزاروں لوگوں کے پاس ریڈیو سیٹ تھے زیادہ تر افراد ریڈیو لائسنس بنوا چکے تھے۔ لوگ موسیقی اور دیگر پروگراموں کے عادی ہو چکے تھے۔[۴۴] انڈین سٹیٹ براڈکاسٹنگ سروس کو محکمہ صنعت و حرفت کے حوالے کر دیا گیا

اس طرح برصغیر میں ریڈیو نشریات تین محکموں کے سپرد تھی۔ براڈکاسٹنگ محکمہ صنعت و حرفت کے جبکہ ٹرانسمیٹروں کی فیس محکمہ ڈاک و تار وصول کرتا اور ٹرانسمیٹروں کا تعلق وائرلیس اور مواصلات سے تھا۔ حکومتی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ریڈیو آلات پر برآمدی محصول ۵۰ فی صد بڑھا دیا گیا۔ نشریات کے اخراجات کو کم کیا گیا اور کسٹم ڈیوٹی دوگنی کر دی گئی جس سے آمدنی میں اضافہ ہوا۔[۴۵] انڈین سٹیٹ براڈکاسٹنگ سروس کے قیام سے ابتدائی تجرباتی اور عبوری دور اختتام پذیر ہوا۔ حکومت نے ریڈیو براڈکاسٹنگ کے لیے سنجیدہ اقدام شروع کر دیئے۔ اس مقصد کے لیے ۱۹۳۳ء کو وائرلیس ٹیلی گراف کا نشریاتی قانون بنایا گیا جو کہ یکم جنوری ۱۹۳۴ء کو وائرلیس ٹیلی گراف ایکٹ کی صورت میں نافذِ ہوا اس ایکٹ کے نفاذ سے قبل یہ قانون تھا کہ لائیسنس کے بغیر ریڈیو رکھا جا سکتا لیکن سنا نہیں جا سکتا تھا مگر اس ایکٹ کے لاگو ہونے کے بعد ریڈیو سیٹ رکھنا لائسنس کے بغیر بھی غیر قانونی قرار دیا گیا ۳۱ دسمبر ۱۹۳۳ء تک ریڈیو لائسنس کی تعداد ۱۰۸۷۲ تھی جو بڑھ کر ۱۶۱۷۹ ہو گئ۔ ان تبدیلیوں کے باعث حکومت نے اندرون ملک نشریات کے فروغ کے منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ اس مقصد کے لیے فیصلہ کیا گیا کہ بی بی سی کے تجربہ کار افراد کی خدمات حاصل کی جائیں۔[۴۶]

اس مقصد کے تحت" مسٹر لائینل فیلڈن "کی تقرری ہندوستان میں پہلے "براڈکاسٹنگ کنٹرولر" کے عہدے پر ہوئی۔ اس فیصلہ کے بعد ہندوستان کی نشریات پر دور رس نتائج برآمد ہوئے۔ نشریات با قاعدہ شروع ہوئی اور اس کے تجرباتی عبوری دور کا اختتام ہوا حکومتِ ہند نے ISBS انڈین سٹیٹ براڈکاسٹنگ سروس کی ترقی کے لیے بیس لاکھ منظور کیے۔ دہلی میں ۱۰ کلوواٹ کا میڈیم ویو ٹرانسمیٹر لگایا گیا۔ جس سے یکم جنوری ۱۹۳۶ء کو نشریات کا باقاعدہ آغاز کیا گیا اور ۸ جون ۱۹۳۶ء کو انڈین سٹیٹ براڈکاسٹنگ کا نام تبدیل کر کے آل انڈیا ریڈیو رکھا گیا۔ دراصل فیلڈن کو اس ادارے کا نام بالخصوص اس کا مخفف پسند نہیں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ نام آسان اور دلکش ہو۔ لہٰذا اس کی کوشش کے نتیجے میں اس ادارے کو آل انڈیا ریڈیو کا نام دیا گیا اور اس کا مخفف AIR جمالیاتی دل کشی کے ساتھ جلد ہی زبان زد عام و خاص ہو گیا۔[۴۷] برٹش براڈکاسٹنگ کارپوریشن سے اس وقت ہندوستانی انگریز حکومت کی درخواست پر "لائینل فیلڈن" اگست ۱۹۳۵ء کو ہندوستان آیا اور اس کو پہلے براڈکاسٹنگ کنٹرول کے عہدے پر تقرر کیا گیا اس سے پہلے "مسٹر. بیلٹن" براڈکاسٹنگ کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ دو بھائیوں گاگ اور میگاگ سے خدمات حاصل کی گئیں۔ بڑے بھائی گاگ کو دہلی میں بننے والے ریڈیو اسٹیشن پر جانا تھا جبکہ میگاگ کا بمبئی ریڈیو اسٹیشن کے لیے انتخاب عمل میں لایا گیا۔ فیلڈن ان بھائیوں کے انتخاب پر ناخوش تھا۔ دونوں بھائیوں میں وہ صلاحیتیں نہ تھیں جو براڈکاسٹنگ کے لیے درکار ہوتی ہیں۔ چارج سنبھالنے کے بعد فیلڈن کو مختلف ریڈیو اسٹیشنوں کا دورہ کرایا گیا۔ چھوٹے چھوٹے کمروں میں دفاتر ٹوٹا ہوا قدیم وضع کا فرنیچر۔ تنگ و تاریک اسٹوڈیو اور ان میں لگے ہوئے کاٹن کے بوسیدہ اور گندے پردے یہ تمام حالات دیکھ کر لائینل فیلڈن کو اپنے کام کی مشکلات کا اندازہ ہو گیا اسٹاف سے ملاقات کی ہر شخص کی کوشش تھی کہ وہ تنہائی میں ملاقات کریں اور اپنی سابقہ خدمات کے باعث اسٹیشن ڈائریکٹر بن جائے اس زمانے کی اقتصادی اور سیاسی حالات پر نظر ڈالی جائے تو فیلڈن کی مشکلات کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔[۴۸]

براڈکاسٹنگ کنٹرولر کا عہدہ سنبھالنے کے بعد پہلی ترجیح اسامیوں کا انتخاب تھا۔ لائینل فیلڈن ہندوستان میں موجود ریڈیو کلبوں اور نشریاتی اسٹیشنوں کا جائزہ لینے کے بعد کام کا آغاز کرتا ہے۔ اسامیوں کی تقرری کے لیے ایک بورڈ تشکیل دیا جس کا مقصد اسامیوں کے معیار پر تقرری کرنا تھی جس میں حکومتی نمائندوں کے علاوہ مقامی نوجوان آصف علی ہندوستان کے مشہور و مقبول شاعر سروجنی نائیڈو کی مدد کے علاوہ پروفیسر احمد شاہ بخاری بھی بورڈ کے ایک ممبر تھے۔ دہلی ریڈیو سے اسامیوں کے لیے اشتہار دیا گیا جس کی بدولت تقریباً ۶۰۰۰ درخواستیں موصول ہوئیں۔ جن میں سب درخواست گزاروں کا مؤقف ایک جیسا تھا۔ سائل ذہین، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور چاک و چوبند نوجوان ہے اس کے والد پہلی جنگ

عظیم میں دادِ شجاعت دے چکے ہیں۔ اس کے دادا نے باغیوں کی سرکوبی کے لیے انگریز کمانڈر کی نگرانی میں اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔ فیلڈن کو نوجوانوں کی سوچ نے مایوس کر دیا۔[۴۹] لائینل فیلڈن "وائسرائے" کی ضیافت میں شریک ہوا جس میں گورنر پنجاب ایمرسن اور ان کے اے ڈی سی والٹر اسکرائن موجود تھے۔ باتوں باتوں میں دہلی ریڈیو اسٹیشن کی اسامیوں کی مشکلات اور تربیتی سٹاف کا ذکر ہوا تو اسکرائن نے اسے بتایا کہ شملہ آرمی ہیڈ کوارٹرز میں ذوالفقار علی بخاری نام کا شخص ہے۔ اس نے کئی ڈرامے نہ صرف پیش کیے ہیں بلکہ تحریر بھی کیے ہیں۔ فیلڈن کو ایسے ہی شخص کی تلاش تھی نام نوٹ کر لیا اور اگلے دن اسے بورڈ کے سامنے پیش ہونے کا دعوت نامہ بھیج دیا۔ ذوالفقار علی بخاری کی طرف سے پہلے انکار فیلڈن کی طرف سے اسرار کے بعد ذوالفقار علی بخاری بورڈ کے سامنے پیش ہو گئے اور تمام امیدواروں میں اول پوزیشن حاصل کی۔ انھیں دہلی ریڈیو اسٹیشن کے ڈائریکٹر پروگرام کی حیثیت سے منتخب کر لیا گیا لیکن آرمی ہیڈ کوارٹرز نے ان کو چھوڑنے سے صاف انکار کر دیا۔ کافی بحث اور خط کتابت کے بعد فیلڈن نے آرمی کے کرنل کو قائل کر لیا اور اس طرح ذوالفقار علی بخاری کی ریڈیائی کیریر کا آغاز ہوا۔ انھیں ڈائریکٹر پروگرام بنایا گیا یہ وہی ذوالفقار علی بخاری تھے جنھوں نے قیام پاکستان کے بعد ریڈیو پاکستان کی داغ بیل ڈالی اور زیڈ اے بخاری کے نام سے مشہور ہوئے۔ ذوالفقار علی بخاری احمد شاہ بخاری کے بھائی تھے جنھیں ادبی حلقوں میں پطرس بخاری کے نام سے جانا جاتا ہے زیڈ اے بخاری ریڈیو پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل اور ۱۹۶۴ء میں پاکستان ٹیلی ویژن کے قیام کے وقت پہلے جنرل منیجر بنے تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ریڈیو پاکستان کے مشیر بھی رہے۔[۵۰]

ریڈیو پشاور کی بنیاد کا براہِ راست تعلق ریڈیو نشریات کے موجد مارکونی سے ہے۔ برصغیر کی خود مختاری کے لیے حکومت برطانیہ نے گول میز کانفرنس کا انعقاد کیا۔ اس میں برصغیر کے زعمانے بھی شرکت کی انہی میں سے صوبہ سرحد کے سر سید صاحبزادہ عبدالقیوم بھی تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جس میں ریڈیو کی ایجاد برطانیہ میں عام ہو چکی تھی۔ گول میز کانفرنس کے دوران میں خبروں کی روداد روزانہ نشر ہوتی تھی۔ عمائدین خبریں سنتے اسی بنا پر صاحبزادہ عبدالقیوم اس دورے میں مارکونی سے ملے اور انھیں صوبہ سرحد کی پسماندگی کے علاوہ پہلی "جنگ عظیم" کے جیالوں کی بہادری کے قصے سنائے۔ مارکونی اس حقیقت کے بارے میں پہلے سے باخبر تھے۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی ایجاد صوبہ سرحد کو عطا کرنے کے لیے کوئی صورت نکالے گا۔ یکم جنوری ۱۹۳۶ء کو ۲۰ کلوواٹ کا ٹرانسمیٹر دہلی میں نصب کیا گیا اور جس کا "کنٹرولر براڈکاسٹنگ" لائینل فیلڈن کو مقرر کیا گیا۔ دہلی ٹرانسمیٹر نصب ہونے سے پہلے وعدے کے مطابق مارکونی نے ۵ واٹ کا ٹرانسمیٹر اور ساتھ 30 ریڈیو سیٹ بھی ریڈیو پشاور کے لیے بطور عطیہ بھجوائے تھے[۵۱] ۶ مارچ ۱۹۳۵ء کو ریڈیو پشاور کا افتتاح اس وقت کے گورنر "سر والف گرفتھ" نے کیا تھا۔ یہ ریڈیو سیٹ بڑے بڑے خوانین میں لگائے گئے تاکہ لوگ اس ایجاد سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ۱۹۴۰ء میں اس حکومتِ وقت نے برصغیر میں نشریات کا دائرہ وسیع کیا۔ اس میں ریڈیو پشاور بھی شامل تھا لائسنس کا اجراء ہونے کے بعد نئی عمارت کی تعمیر شروع ہوئی جو ۱۹۴۲ء کے اوائل میں مکمل ہوئی۔ اس عمارت کا افتتاح اس وقت کے آل انڈیا ریڈیو کے ڈائریکٹر جنرل احمد شاہ بخاری نے کیا تھا[۵۲]

1936ء میں ریڈیو پروگرام سے متعلق رسالہ آواز کا اجراء ہوا جس میں ریڈیو پروگرام اور ادارہ جاتی سرگرمیوں کی طباعت واشاعت کی جاتی تھی۔ اس کے پہلے مدیر ترقی پسند شاعر "اسرار الحق مجاز" بنائے گئے۔ پہلے یہ رسالہ اردو، ہندی ذولسانی شائع ہوتا تھا بعد میں ہندی رسالے کا نام سارنگ کر دیا گیا۔[۵۳]

ریڈیو لاہور نے اپنی نشریات کا آغاز ۱۶ دسمبر ۱۹۳۷ء کو میڈیم ویو ۶۳۰ کلو ہرٹز پر ۱۰ کلوواٹ کے ٹرانسمیٹر سے کیا۔ پہلے اسٹیشن ڈائریکٹر اے اے ایڈوانی مقرر ہوئے اور پہلی اناؤنسمنٹ ملک حسیب احمد نے کی۔ ریڈیو لاہور، تاریخ کی عکسی کہانی کی صورت میں نزاکت شکیلہ بیان کرتے ہوئے راقم ہے:

"میرا پہلا مسکن وائی ایم سی ۱۹۲۸ء ریڈیو کلب تھا ۱۶ دسمبر ۱۹۳۷ء کو اہل لاہور نے میری نحیف سی پہلی آواز سنی۔ آہستہ آہستہ میری آواز توانا ہوئی۔ میں جلد ہی شملہ پہاڑی کے سامنے فضل بلڈنگ میں شفٹ ہو گیا۔ یہ سامراجیت اور غلامی کا دور تھا لیکن قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں پہلا نظریاتی ملک وجود میں آیا۔ مجھے اعزاز حاصل ہے کہ پہلی آواز ہوں جس نے آزاد ملک کا اعلان کیا۔ ہاں میں ہوں ریڈیو پاکستان لاہور، صبح آزادی کا شاہد اور آج تک پاکستان کے ہر لمحہ کا شاہد۔ ۱۹ اگست ۱۹۶۵ء سے میں سڑک پار موجودہ عمارتی گھر میں آ گیا۔ یہی اب میرا مستقل مسکن ہے۔"(۵۴)

ریڈیو دہلی کا باقاعدہ افتتاح یکم جنوری ۱۹۳۶ء کو ۲۰ کلوواٹ کے ٹرانسمیٹر سے ہوا اور اس کے پہلے اسٹیشن ڈائریکٹر جناب زیڈ اے بخاری کے بھائی سید احمد شاہ بخاری مقرر ہوئے جو گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر رہ چکے تھے۔ بعد ازاں پطرس کے قلمی نام سے مشہور ہوئے اس کے علاوہ دہلی ریڈیو اسٹیشن پر سجاد سرور نیازی، اسرار الحق مجاز اور محمد حسین آزاد کے پوتے آغا اشرف بھی ملازمین میں شامل تھے۔(۵۵) انڈین سٹیٹ براڈکاسٹنگ سروس کے بارے میں لائینل فیلڈن اپنی خودنوشت میں اس کہانی کی تفصیلات کچھ اس طرح رقم کرتے ہیں:

"میں وائسرائے کی ایک ضیافت میں شرکت کرنے کے بعد Lord Linlithgow لارڈ لنتھلیگو سے رجوع کیا اور بڑی صفائی سے کہا کہ مجھے اس مشورے کی ضرورت ہے کہ ISBS کا نام مناسب نہیں۔ انھوں نے تھوڑے سے توقف کے بعد اپنے سر کو بڑی دانش مندی سے ہلایا۔ ہاں یہ ایک بہت بڑا ٹائٹل ہے میں نے کہا اس سلسلے میں براڈکاسٹنگ کا استعمال مناسب نہیں کیوں کہ اس طرح نام ہندوستانیوں کو براڈکاسٹ کا استعمال کرنا پڑے گا اور اس میں لفظ براڈ جس کا وسیع تلفظ ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن اس میں میری مشکل یہ ہے کہ کسی دوسرے متبادل نام کے بارے میں بھی نہیں سوچا۔ وہ اس سلسلے میں میری مدد کریں گے میرا ابھی یہی کہنا تھا کہ ہندوستانی ریاست ایک ایسی اصطلاح ہے جو خود ان کے علم کے مطابق نہ تھی اور ۱۹۳۵ء کے ایکٹ سے مناسبت نہیں رکھتی۔ اس لیے یہ نام عمومی نوعیت کا ہونا چاہیے۔ وہ اس گفتگو میں بڑی دل چسپی کے ساتھ شریک ہو گئے۔ آل انڈیا اس پر میں نے حیرت اور ستائش کا اظہار کیا واقعی بہت اچھا ہے، بہت خوب صورت ہے۔ لیکن براڈکاسٹنگ ہرگز نہیں۔ پھر کچھ دیر بعد سوچنے کے بعد انہوں نے مشورہ دیا ریڈیو میں نے کہا واقعی بہت اچھا ہے۔ بہت خوب صورت مخففات ہیں۔ وائسرائے نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا یہ ان کی اپنی تشریح ہے اور یہ کہ اب کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔ میرے بتائے ہوئے نام کو ضرور استعمال کرنا ہو گا۔ اس طرح آل انڈیا ریڈیو کا نام پڑا۔ انڈین سٹیٹ براڈکاسٹنگ سروس کا نام تبدیل ہو کر آل انڈیا ریڈیو ہو گیا۔"(۵۶)

ذوالفقار علی بخاری ریڈیو دہلی میں شامل ہونے کے بعد اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تو ان دنوں فیلڈن کو اپنے نائب یا ڈپٹی براڈکاسٹنگ کنٹرولر کی ضرورت تھی جب ان کے بھائی ذوالفقار علی بخاری سے فیلڈن نے اس سلسلے میں ان کے بھائی احمد شاہ بخاری کے بارے میں مشورہ کیا تو ذوالفقار

علی بخاری نے انتہائی دیانت داری سے مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ میر ابھائی مفکر ہونے کی وجہ سے براڈ کاسٹنگ جیسے عوامی کام کے لیے مناسب نہیں اور اسی اثنا میں دو بھائیوں کا ایک ادارے میں ہونا عوامی نفسیات کے پیش نظر مشکلات میں اضافہ کر سکتا تھا۔ فیلڈن کی امرانہ سوچ نے ان کی ایک نہ سنی اور احمد شاہ پطرس بخاری کو ڈپٹی کنٹرولر ۹ جولائی ۱۹۳۶ء کو مقرر کر دیا۔[۵۷] ریڈیائی نشریات ہندوستان میں عبوری تجرباتی دور سے نکل کر باقاعدہ طور پر ارتقائی منازل طے کر رہی تھی۔ برطانوی عمل داری ریاستوں کے علاوہ خود مختار ریاستوں اور پرتگالی نوآبادی "بڑودہ" میں بھی نشریات کا آغاز بیسویں صدی کی چوتھی دہائی کے نصف سے شروع ہوا۔ ان خود مختار ریاستوں میں سے "حیدر آباد دکن" میں نظام حیدر آباد کے توسط سے ریاست حیدرآباد میں ۳ فروری ۱۹۳۵ء اور "اورنگ آباد" میں ۱۹۳۹ء میں ریڈیو نشریات کی ابتدا ہوئی۔ ریاست "میسور" میں پروفیسر "گوپالا سوامی" نے ۱۰ دسمبر ۱۹۳۵ء کو اکاش وانی کے نام سے ریڈیو نشریات کی ابتدا کی۔ ۱۹۵۰ء میں ان ریاستوں پر ہندوستانی مملکت کے تسلط کی وجہ سے ہندوستانی ریاست کی عمل داری شروع ہو گئی اور ہندوستانی نشریات کے پورے نظام کو "آکاش وانی" کے نام سے منسوب کر دیا گیا۔ ۱۹۳۹ء میں "گائکوارڈ" نے پرتگالی نوآبادیاتی بڑودہ میں ریڈیو اسٹیشن قائم کیا۔ اسی سال ۱۹۳۹ء میں "ترونددرم" میں بھی ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا تھا۔[۵۸]

جنوری ۱۹۳۷ء میں توسیعی منصوبے کا آغاز ہوا جس میں دہلی کے بعد بمبئی، کلکتہ، مدراس اور لکھنو میں بھی جدید ساز و سامان سے مزین منصوبوں پر غور و فکر ہوا۔ افسران کی مشاورت اور غور و فکر کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ بی بی سی کے انجنیئر کی خدمات وقتی طور پر لی جائیں۔ بی بی سی کے "مسٹر سیل گوئیڈر" کی خدمات کو مستعار لیا گیا گوئیڈر فنی لحاظ سے ایک ماہر شخص تھا۔ گوئیڈر نے منصوبوں کے بارے میں غور و خوص کر کے مطلوبہ آلات ساز و سامان کی فہرست ترتیب دی اور آرڈر دے دیا گیا۔ اس میں بمبئی اور کلکتہ کے ۱۰ کلو واٹ کے نئے شارٹ ویو ٹرانسمیٹر اور مدراس کے لیے ۱۰ کلو واٹ اور ۲۵۰ کلو واٹ کا میڈیم ویو ٹرانسمیٹر کے علاوہ دہلی کے لیے تجرباتی طور پر ۱۰ اور ۵ کلو واٹ کے ٹرانسمیٹر شامل تھے۔ میڈیم ویو ٹرانسمیٹر شہری نشریات کے لیے اور شارٹ ویو ٹرانسمیٹر دور دراز اور دوسرے ممالک تک نشریات کی رسائی کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔[۵۹] ۱۹۳۷ء میں آل انڈیا ریڈیو کے اسٹیشن ڈائریکٹروں کی پہلی کانفرنس منعقد ہوئی اور اسی سال دہلی سمیت دیگر اسٹیشنوں پر شارٹ ویو ٹرانسمیٹر نصب ہوئے۔ اس سے پہلے صرف میڈیم ویو ٹرانسمیٹر نصب تھے۔ شارٹ ویو ٹرانسمیٹروں سے یہ سہولت میسر آگئی کہ دہلی ریڈیو اسٹیشن کے پروگرام بمبئی، مدراس اور کلکتہ کے ریڈیو اسٹیشن ریلے کرنے لگے اور اس طرح دہلی ریڈیو اسٹیشن نے دیگر اسٹیشنوں کے پروگرام ریلے کرنا شروع کیے تھے۔ اس کے ساتھ پشاور، لکھنؤ اور مدراس سے بھی میڈیم ویو ٹرانسمیٹر پر نشریات جاری تھی۔ شارٹ ویو ٹرانسمیٹروں کے ذریعے پورا ملک رابطہ سے جڑ گیا اس سے پہلے اس طرح کا تجربہ اٹلی میں لائینل فیلڈن دیکھ چکا تھا۔ اس کا فائدہ کسی "ناگہانی آفات" اور "دفاعی لحاظ" سے آگاہی ایک اکائی کے طور پر ہوتی ہے۔[۶۰]

نشریاتی معاملات کو بہتر بنانے کے لیے نشریاتی ساز و سامان اور لائیسنس وغیرہ پر مالیاتی ٹیکس لگائے گئے اس کے علاوہ انڈین وائرلیس ٹیلی گراف ایکٹ ۱۹۳۳ء کا نفاذ ۱۹۳۴ء میں عمل میں لایا گیا۔ جس سے ریڈیائی نشریات کو ایک نئی جدت ملی۔ ہندوستان میں دوسری جنگ عظیم سے قبل نشریاتی نظام میں ترویج و ترقی کے لیے بی بی سی کے براڈ کاسٹر لائینل فیلڈن نے جدید براڈ کاسٹنگ کی بنیاد رکھی اس کام میں جن لوگوں نے ان کا ہاتھ بٹایا ان میں بخاری برادران شامل تھے۔ جو پطرس بخاری اور زیڈ اے بخاری کے نام سے مشہور ہوئے، تقسیم ہند کے بعد زیڈ اے بخاری پاکستان چلے آئے اور انھیں پاکستان براڈ کاسٹنگ سروس کا ڈائریکٹر جنرل بنایا گیا اور اس ذمہ داری کو بااحسن نبھایا۔ اس کا اعتراف لائینل فیلڈن

نے اپنی کتاب (The Natural Bent) دا نیچرل بینٹ میں واضح طور پر کیا تھا۔ لائینل فیلڈن زیڈ اے بخاری کے پیش رو ہندوستانی نشریات کے رفیق کار تھے۔[۶۱]

دوسری جنگِ عظیم ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء نے ریڈیو نشریات میں اہم اضافہ کیا۔ جنگ کی وسعت اور شدت کے ساتھ ساتھ نشریات کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔ ریڈیو دفاعی مقاصد، معلومات اور پروپیگنڈا کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ ہندوستان میں کئی مقامی زبانوں کے علاوہ بیرونی زبانوں میں نشریات کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۲ نومبر ۱۹۳۹ء مرکزی نشریاتی مرکز دہلی سے تمام زبانوں میں خبر ناموں کا آغاز ہوا۔ ۱۹۳۹ء میں آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہونے والے پروگرام ہندوستان کے باہر دوسرے ممالک بھی سنے جانے لگے تھے۔ ایکسٹرنل ڈویژن سروس کا قیام اور مانیٹرنگ سروس کا آغاز ہوا بعد ازاں مانیٹرنگ سروس کو آل انڈیا ریڈیو میں ضم کر دیا گیا۔ ۱۹۴۰ء میں جرمنی نے ہندوستانی زبانوں میں نشریات کا سلسلہ شروع کیا تو بی بی سی کو بھی ہندوستانی زبانوں میں اپنی نشریات کا آغاز کرنا پڑا۔[۶۲] آل انڈیا ریڈیو سے اپریل ۱۹۴۰ء کو لائینل فیلڈن کا معاہدہ ختم ہوا تو وہ بی بی سی واپس چلے گئے اس طرح آل انڈیا ریڈیو کی ذمہ داری احمد شاہ بخاری کے حصے میں آئی۔ ۲۴ دسمبر ۱۹۴۱ء آل انڈیا ریڈیو اور ہندوستانی نشریات میں اہم دن ہے اس یادگار دن تک آل انڈیا ریڈیو محکمہ صنعت و حرفت کے تحت چل رہا تھا اور اسی تاریخی دن کو ریڈیو محکمہ اطلاعات و نشریات کے وجود میں آنے کی وجہ سے اس کے زیر تسلط لایا گیا تھا۔ آل انڈیا ریڈیو کی تاریخ میں فروری ۱۹۴۳ء کا سال بھی یاد رکھنے کے قابل ہے جب براڈکاسٹنگ کنٹرولر کی جگہ ڈائریکٹر جنرل کا منصب قائم کیا گیا اور احمد شاہ پطرس بخاری کا اس عہدہ پر کنٹرولر براڈکاسٹنگ سے ڈائریکٹر جنرل تقرر کیا گیا جو آل انڈیا ریڈیو کے پہلے ڈائریکٹر جنرل تھے۔[۶۳]

برصغیر میں ریڈیائی نشریات کی ترسیل و ترویج کے لیے زبان کی ضرورت پیش آئی تو ایسی زبان کی ضرورت تھی جو عام اور خاص کے لیے رابطے کا کام کر سکے چنانچہ اس ضرورت کے پیش نظر اردو زبان کا انتخاب ہوا کیوں کہ دیگر زبانوں میں وسیع ابلاغی کمی نہیں تو فقدان ضرور تھا جب کہ اردو ایسی زبان تھی جو عوامی رابطے کے تحت وجود میں آئی۔ اردو زبان میں وہ تمام خصوصیات تھیں جو ایک ترسیلی زبان میں ہونی چاہیے۔[۶۴] اردو ادب کی تاریخ، اردو زبان کی تاریخ سے شروع ہوتی ہے ہر زبان کی طرح اردو کو بھی سماجی ضروریات نے جنم دیا جس میں آہستہ آہستہ تہذیبی خیالات اور ادبی تخلیقات کے لیے جگہ بنتی گئی۔ اردو کو تاریخ نے جنم دیا اس کی نشو و نما کے لیے ماحول پیدا کیا اور ایک ایسے معیار پر پہنچا دیا کہ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں متعدد ملکی اور غیر ملکی علماء نے "ہندوستانی" کی شکل میں اسے ملک کی "عوامی" زبان کا لقب عطا کیا۔[۶۵] اردو خالص ہندوستانی زبان ہے جس میں ہندوستانی مقامی زبانوں کے الفاظ کے ساتھ ساتھ بیرونی حملہ آوروں کے علاوہ تجارت کی غرض سے آنے والے لوگوں کی زبان کے اثرات اور الفاظ شامل ہو کر اردو زبان کو قالب عطا کیا اس طرح اردو زبان کی ابتدا رابطے کی زبان کے طور پر ہوئی برصغیر میں ریڈیو کے لیے ایسے ہی رابطے والی زبان کی ضرورت تھی جو معاشرتی ضروریات کو پورا کرے۔ انھیں خصوصیات کے پیش نظر ریڈیو نشریات کی ابتدا سے ہندوستان میں اردو زبان کو ابلاغ اور ترسیل کے لیے استعمال کیا گیا۔

ریڈیو میں ابتدا ہی سے "اردو" کو کلیدی حیثیت حاصل رہی۔ ریڈیو پر تمام مراکز سے اس زبان میں پروگرام نشر کیے جاتے تھے۔ دوسری طرف ہندوستان میں نشریات کے آغاز ہی سے پطرس بخاری اور ذوالفقار علی بخاری جیسے اردو داں حضرات نے جہاں ریڈیو نشریات کو مستحکم کیا وہیں ان دونوں بھائیوں نے غیر دانستہ طور پر نشریاتی ادب کی روایت کا آغاز بھی کیا اور چن چن کر اردو داں حضرات کو اس نئے میڈیم سے روشناس کرایا دیکھتے ہی دیکھتے اردو میں نشریاتی ادب کی داغ بیل پڑنے لگی۔[۶۶] ریڈیو نے اپنے ابتدائی دور میں اردو زبان اور اردو ادب کی غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔ اردو زبان نے ریڈیو کی سماجی و معاشرتی ضروریات کو پورا کیا۔ ریڈیو کی بڑی خدمات میں، سائنسی، علمی، ادبی اور مذہبی مسائل کو

اظہار کی سطح پر بول چال کی زبان کے قریب لا کر زبان و ادب کی خدمت کا فریضہ سر انجام دینا تھا۔ اس ضمن میں ذوالفقار علی بخاری نے اہم کردار ادا کرتے ہوئے نامور ادیب، شعراء، مؤرخین اور دانشوروں کو روشناس کرایا اور انھیں تحریر کی زبان لکھنے کی بجائے بول چال کی زبان لکھنے پر تحریک دلائی، سامعین کو ان کی مادری زبان کے علاوہ قومی اور علاقائی زبان اردو میں ریڈیو کا ساتھ ملا۔

"ریڈیو کے ابتدائی دنوں کی اصناف میں ادبی اسلوب کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف جہتی ٹاک، فیچر اور ڈرامے تحریر ہوئے۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو اردو میں پہلا ٹاک معروف نثر نگار ملا واحدی کے قلم سے پایۂ تکمیل تک پہنچا کیا خوب آدمی تھا اس کا موضوع مصور غم " علامہ راشد الخیری تھے۔ اس طرح نثری ادب کا سلسلہ شروع ہوا۔ ریڈیو سے شروع ہونے والے ٹاکس کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب انھیں ریڈیو سے نشر کیا گیا اور اردو کی اہم شخصیات پر ٹاکس لکھی گئیں بعد ازاں ڈاکٹر سید عابد حسین نے کیا خوب آدمی تھا" کے نام سے ان ٹاکس کو مرتب کیا۔ ریڈیو ٹاکس لکھنے والوں میں علامہ واحدی کے علاوہ خواجہ عبدالمجید دہلوی، مولوی عبدالرحمٰن، پنڈت برجموہن، جے انند کمار، حکیم ذکی احمد دہلوی، محمد غالب دہلوی، ممتاز حسین، خواجہ غلام السیدین اور عبدالماجد دریاآبادی ریڈیائی ادب کی داغ بیل ڈالنے والے ادیب تھے۔ ان حضرات کو پطرس بخاری اور ذوالفقار علی بخاری نے لکھنے کی دعوت دی"[۶۷]

دوسری جنگِ عظیم کے بعد پوری دنیا کی طرح برصغیر میں بھی زبردست سیاسی و جغرافیائی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ جغرافیائی طور پر مسلم اکثریتی صوبوں میں اسلام کے نام پر بنائی گئی ریاست "پاکستان" کی بنیاد رکھی گئی جب کہ ہندو اور دوسرے مذاہب کے اکثریتی علاقوں میں ریاست "ہندوستان" کی بنیاد ٹھہری۔ آزاد حیثیت رکھنے والی ریاستوں کو یہ حق دیا گیا کہ وہ جس کے ساتھ چاہیں اپنا الحاق کر سکتے ہیں چنانچہ اس تقسیم کے ساتھ اثاثہ جات کی بھی تقسیم کا مسئلہ درپیش تھا ملکی حدود بندی کے بعد جب اثاثہ جات کا بٹوارہ ہوا تو ریڈیو اسٹیشن کی تقسیم بھی عمل میں لائی گئی۔ اس وقت برصغیر میں خود مختار ریاستوں کے علاوہ "سلطنتِ برطانیہ" کی عملداری کے تحت کل "نو ریڈیو اسٹیشن" نشریاتی خدمات سر انجام دے رہے تھے ان اسٹیشنز میں سے ۶ ہندوستان اور ۳ پاکستان کے حصے میں آئے۔ مسلم آبادی اور جغرافیائی طور پر پاکستان کے حصے میں آنے والے ریڈیو اسٹیشن میں ۱-پشاور، ۲-لاہور اور ۳-ڈھاکہ کے اسٹیشن شامل تھے۔ ہندوستان کی سرکار نے خود مختار ریاستوں کو اپنے زیر تسلط لانے کے بعد یکم اپریل ۱۹۵۰ء کو جب آل انڈیا ریڈیو نے "حیدر آباد"، "اورنگ آباد" اور "میسور" کے اسٹیشن اپنے نیٹ ورک میں شامل کر لیے تو "آکاش وانی" کا نام اس کے حصے میں آیا۔ آل انڈیا ریڈیو کے تار کا پتہ Air voice تھا جس کو آکاش وانی کا نام دیا گیا۔ بعد میں ہوم سروس کا نام تبدیل کر کے ہندی میں آکاش وانی کر دیا گیا۔[۶۸]

تقسیم سے قبل برطانوی نوآبادیاتی ہندوستان میں قائم ہونے والے ریڈیو اسٹیشن کی تفصیلات ملاحظہ کیجیے:

نمبر شمار	شہر	قیام کی تاریخ	ٹرانسمیٹر کی طاقت
۱-	بمبئی	۲۳جولائی۱۹۲۷ء	۱.۵کلوواٹ
۲-	کلکتہ	۲۶اگست۱۹۶۷ء	۱.۵کلوواٹ
۳-	پشاور	۶مارچ۱۹۳۵ء	۰.۵کلوواٹ
۴-	دہلی	یکم جنوری۱۹۳۶ء	۱۰کلوواٹ
۵-	لاہور	۱۶اگست۱۹۳۷ء	۰.۵کلوواٹ
۶-	لکھنؤ	۲اپریل۱۹۳۸ء	۰.۵کلوواٹ
۷-	مدراس	۱۲جون۱۹۳۸ء	۰.۲کلوواٹ
۸-	ترچناپلی	۱۶مئی۱۹۳۹ء	۰.۵کلوواٹ
۹-	ڈھاکہ	اگست۱۹۳۹ء	۰.۵کلوواٹ

تقسیمِ ہند سے قبل آزاد اور خودمختار ریاستوں میں قائم شدہ ریڈیو اسٹیشن کی تفصیلات ملاحظہ کیجیے:

نمبر شمار	نام	قیام
۱-	حیدر آباد دکن	۳فروری۱۹۳۵ء
۲-	میسور	۱۰ستمبر۱۹۳۵ء
۳-	اورنگ آباد	۱۹۳۹ء
۴-	ترونڈرم	۱۹۳۹ء
۵-	بڑودہ	۱۹۳۹ء

۱۴اور۱۵اگست۱۹۴۷ء رمضان المبارک کی ستائیسویں شب گیارہ بجے آل انڈیا ریڈیو لاہور کا آخری علامیہ نشر ہوا اور رات بارہ بجے سے پہلے پاکستان براڈکاسٹنگ سروس کی شناختی دھن بجائی گئی اس کے بعد انگریزی میں اعلان ہوا کہ آدھی رات کے وقت پاکستان کی آزاد اور خودمختار ریاست معرضِ وجود میں آجائے گی۔ پاکستان کے حصے میں آنے والے دیگر اسٹیشنز سے بھی اسی طرح کے اعلامیے جاری ہوئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

۱ قرآن مجید، سورہ بقرہ، آیت ۳۱
۲ قرآن مجید، سورہ بقرہ، آیات نمبر ۳۰
۳ قرآن مجید، سورہ بقرہ، آیات نمبر ۳۱
۴ کیپٹن لیاقت علی ملک، امور صحافت، (ڈوگر پبلیشرز، لاہور، ۲۰۰۸ء)، ص:۲۱
۵ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، ریڈیو اور ٹیلی ویژن میں ترسیل و ابلاغ کی زبان، (قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی، جون ۱۹۹۸ء)، ص:۴
۶ معاشرتی علوم، جماعت چہارم، (پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور، ۲۰۲۰ء)، ص:۲۲

۷ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، محولہ بالا، ص:۴
۸ پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی، ریڈیو براڈ کاسٹنگ، ایڈیشن طبع سوم، (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۲۰۱۵ء)، ص:۴
۹ ایضاً
۱۰ ایضاً
۱۱ ایضاً
۱۲ انور جلال، بلاگ، یورپ کا دور نشاۃ ثانیہ، ۲۲ اگست (۲۰۲۲ء)(www.humsub.com.pk)، بتاریخ:۱۸ اپریل ۲۰۲۳ء بروز منگل بوقت ۱۰ بجے صبح
۱۳ ایضاً
۱۴ نظام الدین احمد، اردو زبان و ادب اور ریڈیو، (قومی کونسل برائے فروغ اردو، دہلی، ۲۰۱۳ء)، ص:۱۷
۱۵ ریڈیو ایک دم توڑتی روایت، یاداشت، تسنیم نیوز ایجنسی، ۱۳ فروری (۲۰۱۸ء)
۱۶ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، ریڈیو پاکستان کراچی کی پچاس سالہ علمی اور ادبی خدمات، (اے۔جی پرنٹنگ سروسز، کراچی، ۲۰۱۱ء)، ص:۱۲
۱۷ ایضاً
۱۸ ریڈیو ایک دم توڑتی روایت، یاداشت، محولہ بالا
۱۹ ایضاً
۲۰ فواد رضا، آل انڈیا ریڈیو سے ریڈیو پاکستان تک، (اے۔آر۔وائی نیوز ٹی وی ڈسک، رپورٹ اردو، ۱۳ فروری ۲۰۱۹ء)، (www۔اے ار۔وائی نیوز۔ ٹی وی اردو / ریڈیو کا عالمی دن)، بتاریخ ۱۴ مئی (۲۰۲۳ء) بروز اتوار بوقت ۷ بجے صبح
۲۱ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۱۳
۲۲ ایضاً
۲۳ ایضاً
۲۴ ایضاً ص:۱۲، ۱۳
۲۵ ایضاً، ص:۱۳
۲۶ ایضاً، ص:۱۷
۲۷ نظام الدین احمد، محولہ بالا، ص:۱۹
۲۸ پروفیسر ڈاکٹر مسکین علی حجازی، محولہ بالا، ص:۴
۲۹ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۱۷
۳۰ فواد رضا، آل انڈیا ریڈیو سے ریڈیو پاکستان تک، محولہ بالا(www.اے- آر- وائی نیوز ٹی وی اردو / ریڈیو کا عالمی دن، ٹی وی ڈسک رپورٹ) ، بتاریخ ۲۵ مئی (۲۰۲۳ء) بروز جمعرات باوقت ۸ بجے صبح
۳۱ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۴۴
۳۲ نظام الدین احمد، محولہ بالا، ص:۲۰
۳۳ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۴۸
۳۴ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، محولہ بالا، ص:۱۵
۳۵ نظام الدین احمد، محولہ بالا، ص:۲۰
۳۶ ایضاً، ص:۲۱

۳۷ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، محولہ بالا، ص:۲۱
۳۸ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۴۶
۳۹ نظام الدین احمد، محوالہ بالا، ص:۲۱، ۲۲
۴۰ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، محولہ بالا، ص:۱۶
۴۱ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۴۸
۴۲ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، محولہ بالا، ص:۳۹، ۴۰
۴۳ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۴۷
۴۴ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۴۷
۴۵ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، محولہ بالا، ص:۲۷
۴۶ نظام الدین احمد، محولہ بالا، ص:۲۲
۴۷ ایضاً، ص:۲۳
۴۸ ایضاً، ص:۵۲
۴۹ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۵۳
۵۰ ایضاً، ص:۵۴
۵۱ پروفیسر خاطر غزنوی، پشاور ریڈیو، مشمولہ "آہنگ"، کراچی، شمارہ نمبر ۷، جولائی (۱۹۹۴ء)، ص:۲۷
۵۲ ایضاً
۵۳ نظام الدین احمد، محولہ بالا، ص:۲۵
۵۴ نزاکت شکیلہ، ریڈیو پاکستان لاہور کی عکسی کہانی، مشمولہ آہنگ، (کراچی، شمارہ، ڈائمنڈ جوبلی نمبر، اگست ۲۰۲۲ء) ص:۶۱
۵۵ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۶۵
۵۶ نظام الدین احمد، محولہ بالا، ص:۲۴، ۲۳
۵۷ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۵۵
۵۸ نظام الدین احمد، محولہ بالا، ص:۲۶
۵۹ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۵۹
۶۰ نظام الدین احمد، محولہ بالا، ص:۲۵
۶۱ ڈاکٹر محمد اقبال خان اسدی، محولہ بالا، ص:۸۶، ۸۷
۶۲ نظام الدین احمد، محولہ بالا، ص:۲۵، ۲۶
۶۳ ایضاً، ص:۲۶
۶۴ ایضاً، ص:۲۹
۶۵ ایضاً، ص:۳۰
۶۶ ایضا، ص:۳۱-۳۲
۶۷ ایضاً، ص:۳۲
۶۸ ڈاکٹر کمال احمد صدیقی، محولہ بالا، ص:۴۲

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havashi-o-Havalajat

1. Qur’ān Majīd, Sūrah Baqarah, Āyat 31.
2. Qur’ān Majīd, Sūrah Baqarah, Āyāt 30.
3. Qur’ān Majīd, Sūrah Baqarah, Āyāt 31.
4. Kāptain Liyāqat ‘Alī Malik, Umūr-e-Ṣiḥāfat (Dogar Publishers, Lāhore, 2008), ṣafḥah: 21.
5. Dr. Kamāl Aḥmad Ṣiddīqī, Rāḍiyō aur Tālivīzan mein Tarsīl wa Iblāgh kī Zabān (Qaumī Council barāy-e-Farogh-e-Urdu Zabān, Nayī Dihlī, June 1998), ṣafḥah: 4.
6. Mu‘āshratī ‘Ulūm, Jamā‘at Chahārum (Punjab Textbook Board, Lāhore, 2020), ṣafḥah: 22.
7. Dr. Kamāl Aḥmad Ṣiddīqī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 4.
8. Prof. Dr. Maskīn ‘Alī Ḥijāzī, Rāḍiyō Broadcasting, Ṭab‘-e-Saum (Allāmah Iqbāl Open University, Islāmābād, 2015), ṣafḥah: 4.
9. Aīẓān.
10. Aīẓān.
11. Aīẓān.
12. Anwar Jalāl, Blog: Yūrop kā Daur-e-Nishāt-e-Sāniyah, 22 August (2022) (www.humsub.com.pk), ta’rīkh: 18 April 2023, burūz Mangal ba-waqt 10 bajay ṣubḥ.
13. Aīẓān.
14. Niẓāmuddīn Aḥmad, Urdu Zabān wa Adab aur Rāḍiyō (Qaumī Council barāy-e-Farogh-e-Urdu, Dihlī, 2013), ṣafḥah: 17.
15. Rāḍiyō: Aik Dam Ṭōṛtī Rawāyat, Yād-dāsht, Tasnīm News Agency, 13 February (2018).
16. Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Rāḍiyō Pākistān Karāchī kī Pachas Sālah ‘Ilmī aur Adabī Khidmāt (A.G. Printing Services, Karāchī, 2011), ṣafḥah: 12.
17. Aīẓān.
18. Rāḍiyō: Aik Dam Ṭōṛtī Rawāyat, Yād-dāsht, Maḥūlah Bālā.
19. Aīẓān.
20. Fawād Razā, All India Radio se Rāḍiyō Pākistān tak (A.R.Y. News T.V. Desk, Report Urdu, 13 February 2019) (www.ARY-News.TV/Urdu/Radio), ta’rīkh: 14 May 2023, burūz Itwār ba-waqt 7 bajay ṣubḥ.
21. Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 13.
22. Aīẓān.
23. Aīẓān.
24. Aīẓān, ṣafḥah: 12, 13.
25. Aīẓān, ṣafḥah: 13.
26. Aīẓān, ṣafḥah: 17.

27.Niẓāmuddīn Aḥmad, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 19.
28.Prof. Dr. Maskīn ‘Alī Ḥijāzī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 4.
29.Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 17.
30.Fawād Razā, All India Radio se Rāḍiyō Pākistān tak, Maḥūlah Bālā (www.ARY-News.TV/Urdu/Radio), ta’rīkh: 25 May 2023, burūz Jum‘ah ba-waqt 8 bajay ṣubḥ.
31.Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 44.
32.Niẓāmuddīn Aḥmad, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 20.
33.Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 48.
34.Dr. Kamāl Aḥmad Ṣiddīqī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 15.
35.Niẓāmuddīn Aḥmad, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 20.
36.Aīẓān, ṣafḥah: 21.
37.Dr. Kamāl Aḥmad Ṣiddīqī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 21.
38.Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 46.
39.Niẓāmuddīn Aḥmad, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 21, 22.
40.Dr. Kamāl Aḥmad Ṣiddīqī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 16.
41.Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 48.
42.Dr. Kamāl Aḥmad Ṣiddīqī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 39, 40.
43.Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 47.
44.Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 47.
45.Dr. Kamāl Aḥmad Ṣiddīqī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 27.
46.Niẓāmuddīn Aḥmad, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 22.
47.Aīẓān, ṣafḥah: 23.
48.Aīẓān, ṣafḥah: 52.
49.Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 53.
50.Aīẓān, ṣafḥah: 54.
51.Prof. Khāṭir Ghaznawī, Peshāwar Rāḍiyō, Mashmūlah “Āhang” (Karāchī, Shumārah No. 7, July 1994), ṣafḥah: 27.
52.Aīẓān.
53.Niẓāmuddīn Aḥmad, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 25.
54.Nazākat Shakīlah, Rāḍiyō Pākistān Lāhore kī ‘Aksī Kahānī, Mashmūlah Āhang (Karāchī, Shumārah, Diamond Jubilee Number, August 2022), ṣafḥah: 61.
55.Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 65.
56.Niẓāmuddīn Aḥmad, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 23, 24.
57.Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 55.
58.Niẓāmuddīn Aḥmad, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 26.
59.Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 59.
60.Niẓāmuddīn Aḥmad, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 25.
61.Dr. Muḥammad Iqbāl Khān Asadī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 86, 87.
62.Niẓāmuddīn Aḥmad, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 25, 26.
63. Dr. Kamāl Aḥmad Ṣiddīqī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 21 Ayḍan, ṣafḥah: 26.

64.Ayḍan, ṣafḥah: 29.
65.Ayḍan, ṣafḥah: 30.
66.Ayḍan, ṣafḥah: 31–32.
67.Ayḍan, ṣafḥah: 32.
68.Dr. Kamāl Aḥmad Ṣiddīqī, Maḥūlah Bālā, ṣafḥah: 42.